انسانی معاشرے کی تباہی کے اسباب اور ترقی کے لئے اسلامی تعلیمات (قرآنی تعلیمات کی روشنی میں)

The fall of Human societies: Causes and Solutions (In the Light of Quranic Teachings)

ڈاکٹر شبیر حسین*
محمد نذیر**

Abstract

The development and accomplishment of Islamic societies is a matter of great importance. The significance and the need of this issue is not only a natural desire but it is the requirement of human societies. To proceed on the way of accomplishment and progress is a natural desire that Allah Almighty has inserted into human beings. The individual perfection of character and person is guaranty of an exemplary developed society that is the ultimate wish of Islam.In this regard, Allah Almighty has described the causes of the destruction of the nations of earlier prophets. Such narrations are shown up to the coming nations so that they could avoid such negligence. Quran has described these events as lessons to achieve the perfection in personal as well as in collective, social life.Today the development of science and technology is considered the perfection and the height of the progress of mankind. But the concept of human progress and perfection is different in the light of holy Quran. Islam considers these developments the part of human necessities in their worldly lives not the ultimate achievement that is required for a society that possesses human characteristics. According to Quran the respect of human values is the dire need of a peaceful and privileged society.

Key Words: Society, destruction, accomplishment, human values, causes.

معاشرہ

انسانی اکائی یا افراد کا ایک ایسا مجموعہ جن کی ضروریات زندگی کی تکمیل ایک دوسرے سے مربوط اور مستحکم سماجی روابط کے بغیر ممکن نہ ہو۔ معاشرہ کی لفظی تشریح کی رو سے یہ لازم نہیں کہ تمام افراد معاشرہ کا تعلق ایک ہی قوم، ذات، نسل یا مسلک سے ہو۔ کیونکہ ہم کسی مخصوص قوم یا دین

*اسسٹنٹ پروفیسر، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف آزاد جموں کشمیر۔
**محمد نذیر، پی ایچ ڈی سکالر نمل اسلام آباد۔

سے مربوط معاشرے کی تاریخ پر بات کرتے ہیں تو عمومی طور پر ہم اس معاشرے کے ساتھ اضافت کی نسبت دیتے ہیں جیسے پاکستانی معاشرہ، مدنی معاشرہ، عربی معاشرہ یا غربی معاشرہ۔

اسلام معاشرے کی مشترکہ بنیادی ضروریاتِ زندگی کی اس تصور کو مزید بہتر بناتے ہوئے اخوت، بھائی چارہ اور فلاح و بہبود کی قید کے ساتھ ایک مثالی اور فلاحی معاشرے کا خواہشمند نظر آتا ہے۔ یہ ایک ایسا مکمل نظام اور جامع معاشرے کی داغ بیل ہے جس کے سامنے جدید مفکرین کی ساری لغوی و اصطلاحی تعریفات اپنی ملمع کاریاں کھو دیتی ہیں۔ اس مثالی معاشرے کی ایک جھلک قرآن مجید میں نظر آتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ[1]

ترجمہ: تم تمام لوگوں میں سے سے چنی گئی بہترین امت ہو جو اچھائی کا حکم دیتی ہو اور برائی سے منع کرتی ہو اور اللہ پر ایمان رکھتی ہو اگر اہل کتاب ایمان لے آئیں تو وہ ان کے لیے بہتر ہے ان (اہل کتاب میں سے) کچھ مومن ہیں اور ان کی اکثریت فاسق ہیں۔ اس مثالی قرآنی تصور معاشرت سے معاشرے میں موجود برائیوں کی سدباب اور اچھائیوں کی پھیلاؤ کی ترغیب ملتی ہے۔

اس تصور میں جہاں ہر فرد معاشرہ کو بنیادی لوازمات زندگی دستیاب ہونے کی نوید ہے وہاں امن و امان کے قیام اور بہترین ذہنی آسودگی پر بھی زور دیتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی بھی معاشرہ ذہنی طور پر آسودہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک معاشرے سے بدی اور برائی کی بیخ کنی نہ ہو اور کسی بھی معاشرے کو اس وقت تک مثالی اور لائق نمونہ معاشرہ نہیں کہلایا جاسکتا جب تک اس معاشرے کے تمام افراد کو انسانی برابری اور مساوات کا حق نہ ملے نیز ایک کمزور فرد کو کسی طاقتور فرد کی طرح سبھی حقوق میسر نہ ہو۔ ہر قسم کی معاشی، معاشرتی اور اخلاقی حقوق سب کو برابر حاصل ہوں تب ہی معاشرے سے برائیوں کی بیخ کنی ہو گی اور پورا معاشرہ خوشحال ہو گا۔

اسلام جو کہ مکمل نظام حیات ہے جس کی تکمیل کلام الہی کی اس آیت سے ہوئی (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ)[2] اور تکمیل دین کے ساتھ انسانی معاشرے کو انفرادی اور اجتماعی طور پر زندگی میں ارتقاء کے لیے تمام ضروری قواعد وضوابط سے بھی آگاہ کیے گئے ہیں۔ نیز ایک پرامن اور معتدل معاشرے کی ضامن تمام اہم اور لازم قوانین کو ایک الہی دیانت کے ساتھ سالکان راہ خدا کے لیے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اور ان قوانین کو معاشرے پر نافذ کرنے کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر عائد کی گئی ہے کہ وہ اپنی انفرادی زندگیوں میں اصلاح اور بہتری کے ساتھ ساتھ انسانی واسلامی معاشرے کی ترقی اور کمال کے لئے بھی محو جستجو رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صلحاء، فقہاء، مجتھدین اور علماء اسلام نے رسالہ عملیہ اور اپنی مکتوبات میں جہاں انسان کے فردی واجبات کو بیان کیا ہے، وہاں یہ تصریح بھی کی ہے ان سارے علوم وفنون اور ٹیکنالوجی کا جو ایک انسانی سوسائٹی کے ارتقاء اور اس کی بقاء کے لیے لازم ہوں ان کا حصول فرض کفایہ ہے۔

اب ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انسانی معاشرے کی تباہی کے اسباب کیا ہیں؟ گزشتہ اقوام کی تباہی کے اسباب کو قرآن نے کیسے بیان کیا ہے؟ معاشروں کے ارتقاء اور ترقی سے کیا مراد ہے؟ نیز ایک ترقی یافتہ معاشرے یا قوم کے کیا علامات ہوتے ہیں؟ تاکہ معلوم ہوسکے کہ انسانی معاشرے کی تباہی کے اسباب اور ترقی کے لئے اسلامی تعلیمات کیا ہیں۔ علماء علم اصول بھی معاشرے کو فقہی مسائل بالخصوص معاملات میں انتہائی اہمیت دیتے ہیں اور معاشرہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہے کہ: "ماتعارفہ النّاس وساروا علیہ من قولٍ اوفعل اوترک ویسمی العادۃ"[3] عرف ایسی چیز ہے جو لوگوں کے درمیان معمول اور رائج ہو اور اسی پر وہ چل رہے ہوں، یہ چاہے کسی قول کی صورت میں ہو یا عمل کی صورت میں یا اس کے ترک کی شکل میں، اسے عادت بھی کہا جاتا ہے۔

معاشرے کی اقسام:

ہمارے معاشرے میں جب کوئی لفظ معاشرہ کا استعمال کرتا ہے تو فوری طور پر دو ہی تصور ذہن میں آتے ہیں کہ: ایک اسلامی یا مسلم معاشرہ اور غیر اسلامی یا غیر مسلم معاشرہ۔

غیر اسلامی معاشرہ

غیر اسلامی معاشروں میں تکمیل یا کمال، انسانی ذات تک محدود سمجھی جاتی ہے۔ ان کے ہاں معاشرتی زندگی کے لئے اصول وضوابط وہ چیزیں / امور ہوتے ہیں جنہیں انسانی اذہان اور تخیلات نے وقتاً فوقتاً حالات کی مجبوریوں کے تحت اور کسی خاص پس منظر یا دباؤ کی وجہ سے ترتیب دیا ہو۔ ان معاشروں میں زندگی غیر متوازن اور عادات واطوار غیر معتدل ہوتی ہیں اور تمام انسانی اور معاشرتی معاملات میں انفرادی، طبقاتی، قومی اور نسلی خودغرضیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ دو انسانوں کے تعلق سے لے کر اقوام کے تعلقات تک کوئی رابطہ ایسا نہیں جس میں کجی و کمی نہ آگئی ہو۔ یہاں تک کہ ان کے فلاسفر اور دانشور تک کبھی یہ کہتے نظر آتے ہیں بادشاہ کے لیے بہترین مصروفیت یا جنگ میں مصروف رہنا ہے یا کسی جنگ کی تیاری کرنا ہے۔ اور کچھ دیگر دانشوروں کی پورے معاشرے میں یہ بازگشت سنائی دیتی ہے کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔

اسلامی معاشرہ

الوہی اور الہامی قوانین کی تعلیمات سے مزین ایسی معتدل زندگی جس میں معاشرتی رسوم ورواج کو عقلی اور شرعی بنیادوں پر پرکھنے کے بعد شریعت سے مطابقت والے قوانین کا اجراء اور مخالفت والے قوانین کے استرداد سے اسلامی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ ایسا معاشرہ ایک جامع اور ہمہ گیر نظام کے تحت زندگی کے تمام امور اور حیات انسانی کی تمام سرگرمیوں کو اپنے دائرہ کار میں سمیٹ لیتا ہے۔ ان الہامی اصولوں کی رو سے پنپنے والا معاشرہ اپنے افراد معاشرہ میں توازن، یگانگت اور احساس باہمی کا حامل ہوتا ہے۔ پس جہاں کہیں اس توازن میں بگاڑ ہو وہیں سے فساد کی رونمائی شروع ہو جاتی ہے۔ انسانی معاشرے کی تاریخی مطالعہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ مختلف اقوام وملل اور طول تاریخ میں یہ معاشرے عروج وزوال کی داستانیں بھی سناتے ہیں اور توازن و بگاڑ کی تصاویر بھی پیش کرتے ہیں۔ پس ایسے میں جب بھی معاشرہ روبہ زوال ہوتا ہے تو اس کو

اصلاح کی راہ پر گامزن کرانے کی جدوجہد ہوتی رہی ہیں اور اس سلسلے میں سب سے اہم چیز اس فساد کی وجہ اور سبب کو دیکھنا ہے۔

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ "اسلام بشریت کی دنیوی واخروی اور اس کی سیاسی اور معاشرتی زندگی کے نئے دور کے لئے ایک جدید پیغام پیش کر رہا ہے، جو بشریت کے افکار اور تمام ادیان الٰہی کے پیغام اور آرا کے ساتھ شباہت اور در عین حال عمدہ اختلاف بھی رکھتا ہے ان اختلافات میں سے ایک قرآن وحدیث اور نہج البلاغہ سے مسلمانوں کی سیاسی اور معاشرتی افکار کو سرچشمہ قرار دینا ہے۔"[4]

علم اصول الفقہ میں علمانے عرف یا معاشرے کی مختلف اقسام بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ: پہلا "عرف عام" جس کی بہت ساری مثالیں ہیں جیسے غمی خوشی کے موقعوں پر مالی مدد کرنا اور اسکو قرض حسنہ سمجھ کر دینے والے کو اسکی غمی خوشی میں لوٹا دینا ہے۔ اور دوسرا "عرف خاص" جو کسی خاص علاقے سے، پیشہ سے یا کسی خاص میدان کار میں یا کسی خاص طبقے میں رائج ہو۔ مثلاً عراق میں میں "دابر" کا لفظ گھوڑے کے لیے استعمال ہوتا ہے حالانکہ اسکا لغوی مطلب کچھ اور ہے، ہمارے علاقے میں " تابعدار" کا مطلب فرمانبردار لیا جاتا ہے حالانکہ اسکا اصل مطلب اسکے معروف مطلب سے بالکل الٹ ہے، ڈرائیور حضرات ٹیپ ریکاڈر کو بھی ریڈیو ہی کہتے ہیں وغیرہ۔ خود اسلامی فقہ میں ایک لفظ کا ایک دبستان میں کچھ مطلب ہے تو دوسرا دبستان اس سے کچھ اور مراد لیتا ہے۔"[5] اور صدیوں سے رائج یہ اصطلاحات اب ناممکن ہے کہ تبدیل کی جائیں چانچہ ہر جگہ عرف خاص کو شریعت میں عرف ورواج کا مقام دیا جائے گا بشرطیکہ وہ دیگر شرائط پر پورا اترتا ہو۔

مختلف معاشروں کی تباہی کے اسباب

انسان نے یقیناً ہر دور میں حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اس کی انفرادی اور معاشرتی زندگی مستحکم رہے۔ ہم جب حیاتِ انسانی یا انسانی معاشرتی زندگی کے ارتقا پر نظر ڈالیں تو ہمیں اِس کا رُخ معاشرہ یا اجتماعیت کی طرف نظر آتا ہے۔ تاریخ انسانی میں مختلف معاشرے تشکیل پائے اور

گردشِ زمانہ وحالات نے مختلف معاشروں کو پیوند خاک بھی کیا۔ جیسے کہ "قرآن کریم" نے بھی مختلف قوموں کی تباہی کا ذِکر کرتے ہوئے اسباب بھی بیان کیا ہے:

- قومِ نوح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:(وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا)[6]

ترجمہ: ہم نے اپنی آیتیں جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا۔اس آیت کریمہ میں قوم نوحؑ کا ذکر کرتے ہوئے اس کی تباہی کا سبب بیان کیا کہ قوم نوح کو آیات الٰہی کو جھٹلانے کی وجہ سے تباہ کر دیا۔

- ایک جگہ ارشاد فرمایا:﴿أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ﴾[7] ترجمہ: کیا تمہیں ان (قوموں) کی خبر پہنچی جو تم سے پہلے گزر چکی؟ نوح، عاد اور ثمود کی قوموں کی اور جو لوگ ان کے بعد آئے۔یعنی قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود کی تباہی کی وجہ کیا تھی؟ اگر ان آیات کو سورہ ابراہیم اور دیگر آیات کے سیاق وسباق میں ملاحظہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کی تباہی کی بنیادی وجہ آیات الٰہی کی تکذیب تھی۔
- قارون اور فرعون کے ذکر میں قرآنِ پاک میں یوں ارشاد ہے:﴿وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَى بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾[8]

ترجمہ: اور ہم نے قارون، فرعون اور ہامان کو بھی ہلاک کیا اور ان کے پاس موسیٰؑ کھلی دلیلیں لے کر آئے تھے۔ پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی (بغاوت) کی اور بھاگ نہ سکے تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا سو ان میں سے بعض پر ہم نے تند (تیز) آندھی بھیجی اور ان میں سے بعض کو خوفناک آوازوں نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں بعض کو غرق کر دیا اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان پر زیادتی کرے بلکہ یہی لوگ اپنے آپ پر زیادتی کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے ان اقوام کی تباہی کے اسباب اور قصص بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان پچھلی قوموں کی تباہی پر غور کرنے اور سبق حاصل کرنے کا حکم فرمایا:﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ﴾[9] ترجمہ: کیا یہ لوگ روئے زمین پر چلتے پھرتے نہیں، پس دیکھئے ان سے پہلے والے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟ وہ قوت میں اور زمین میں نشانیاں چھوڑنے میں ان سے بڑھ کر تھے، سو اللہ نے انہیں گناہوں کی وجہ سے پکڑا اور کوئی انہیں اللہ تعالیٰ (کی سزا) سے بچانے والا نہ تھا۔

پس ان آیات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ان اسباب کی وجہ سے سابقہ انبیاء کے قومیں تباہ ہو گئیں اور ہدایت کو بُھلا کر متکبرانہ رویہ اختیار کرنے والے معاشروں کو خاک میں ملا دیا گیا ہے۔

معاشرے کی ترقی:

استاد مرتضی مطہریؒ انسانی معاشرے کی ترقی کے بارے میں یوں لکھتے ہیں "ایک معاشرے کا ارتقائی عمل، کمال کی جانب سفر مختلف جہات میں تصورات اور مشاہدے کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر معاشرے کا سائنس، صنعت اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرنا آج کی ترقی یافتہ دینا میں ہر شخص اس ترقی کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے ایک سے ایک نئی ٹیکنالوجی جو بنی نوع آدم کے لیے باعث حیرت ہے آئے روز انسان اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ دوسرا زاویہ جس سے بنی آدم کی بہت زیادہ پیشرفت ہوئی اور ارتقائی منازل کو سر کیا وہ میدان علم ہے۔ بنی آدم نے ہر شعبہ علم خصوصاً علوم عقلیہ و تجربی (سائنسی)، علم الجراحت (میڈیکل) اور علم الصبعیہ (ٹیکنالوجی) میں کافی پیشرفت کی ہے اور یہ ارتقائی عمل شبانہ روز افزوں سے افزوں تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور سب سے اہم پہلو جس میں انسانی معاشرہ کو روبہ کمال ہونا چاہیے وہ خلاق اور انسانی اقدار ہیں۔"[10] بالفاظ دیگر انسانیت کو جس پہلو میں سب سے زیادہ ارتقائی مرحلہ طے کرنا چاہیے وہ ان اخلاقی اقدار اور روحانی کمالات کا حصول ہے جو در اصل انسانیت کی معراج اور باعث بعثت انبیاء و رسل اور

بالا خصوص بعثت خاتم النبیین ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إنما بعثت لأتمم مکارم الأخلاق[11] یعنی مجھے مکارم الاخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا۔ باقی مادی ترقی جسے صنعتی یا ٹیکنالوجی کی ترقی کا نام دیا جاتا ہے اس کی اہمیت صرف دنیاوی حیات تک ضرور ہے لیکن حیات ابدی کے لیے یہ چنداں مفید نہیں، بلکہ بسا اوقات تو یہ وبال جان بن جاتی ہے جس کی ایک ادنی مثال آج کل کی سوشل میڈیا ہے جس میں غیر اخلاقی اور غیر اسلامی پیغامات، تحاریر اور تصاویر کی اشاعت مکلف کی اخروی حیات کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یہی ایجادات واختراعات انسانی اس کی اقدار کے لیے تنزلی کا باعث بن رہی ہیں جس سے بے حسی، ذہنی دباؤ، عدم اطمینان، طبیعت کی نزاکت اور جلد بازی جیسی شیطانی صفات پنپتی ہیں اور اخلاقی گراوٹ وپستی کا موجب بنتی ہیں۔

مثالی اور لائق نمونہ سماج کیسا ہو؟

مثالی سماج یا معاشرہ ایک ایسا سماج ہوتا ہے جس کے افراد راہ سعادت اور نجات کے راہی ہوں بالفاظ دیگر اس معاشرے کے افراد اپنی اپنی زندگیوں میں درج ذیل چار قسم کے روابط کو بطور احسن نبھا سکے۔ جن کو کسی حد تک مقصد تخلیق انسانیت سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے:

- اولاد آدم کا اپنے خالق ومالک اور رازق سے رابطہ
- بنی آدم کا دیگر موجودات عالم سے رابطہ
- (خودی کی شناخت) یعنی انسان کا اپنے اندر کے انسان سے رابطہ
- بنی آدم کا اپنے جیسے دیگر آدم زادوں سے رابطہ

جس سماج کے افراد میں یہ چار روابط مستحکم ہوں اور ان روابط کو کما حقہ نبھا رہے ہوں وہ مثالی معاشرہ کہلانے کا حق رکھتا ہے.

ترقی یافتہ یا مثالی معاشرے کی خصوصیات کو پہچان لینے پر پہلا سوال جو ہر فرد کے ذہن میں آتا ہے ، یہ ہے کہ وہ کون سے ذریعے یا طریقے ہیں جن کی وساطت سے انسان، اس خوش بختی یا سعادت

کو حاصل کر سکتا ہے؟ اسلامی تعلیمات ان ذرائع کو حاصل کرنے میں کیسے اپنے ماننے والوں کی رہنمائی کرتی ہیں؟ اس ارتقائی عمل کو یقینی بنانے کے لیے اسلام نے کیا قوانین اور دستورات دیے ہیں؟ ذیل میں ان سوالوں کا قرآنی جواب دینے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے:

یہ بات اہل علم کے لیے اظہر من الشمس ہے کہ ہر سماج بلکہ کائنات کی ہر شے کی تبدیلی، ترقی و تنزلی اور اس کے ارتقاء میں سبب اور مسبب کا الٰہی قانون کارفرما ہوتا ہے۔ اس الٰہی قانون میں کوئی تبدیلی رو نما نہیں ہو سکتی ۔کیونکہ یہ اللہ رب العزت کا اٹل فیصلہ ہے کہ (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا)[12] اللہ رب العزت نے ان اسباب سے آگاہی اور لوگوں کی تربیت و تزکیہ کے لیے ایک جامع نظام کے تحت انبیاء و رسل مبعوث فرمائے، ان کو الہامی کتابوں سے نوازا اور ان کے فرض منصبی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:(هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ)[13] قرآن کریم میں ان تعلیمات کو انبیا کی اور ان کے اقوام کی حالات زندگی میں شامل کر کے بیان کیا ہے۔اگر کسی معاشرے میں یہ خصوصیات پائی جائیں تو حق ہے کہ اس معاشرے کو کسوٹی اور معیار قرار دیا جائے جیسے امام بخاری نے اپنی "الجامع الصحیح" کے کتاب البیوع میں عرف یا معاشرے کے متعلق ایک مستقل باب ان الفاظ میں قائم کیا ہے کہ:

باب من أجرى أمر الأمصار على ما يتعارفون بينهم: في البيوع والإجارة والمكيال والوزن، وسننهم على نياتهم ومذاهبهم المشهورة[14]

ترجمہ: خرید و فروخت، اجارہ، ناپ تول، اور ان کے طور و طریقوں میں ہر شہر کے لوگوں کے عرف، ان کی نیتوں اور ان کے مشہور طریقوں پر حکم دیا جائے گا۔

انسانی معاشروں کی ترقی کے اسباب

جتنے اقوام نے ترقی کی ہے اُن سب میں جو چیز یا سبب تقریباً مشترک ہے ان میں سے چند اہم امور مندرج ذیل ہیں:

معاشروں کی ترقی میں انبیاء علیہم السلام کا کردار۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کسی بھی معاشرے کی ترقی و تنزلی کا دارومدار اس نظام یا سسٹم پر منحصر ہوتی ہے جو اس معاشرے میں رائج ہو۔ اب یہ نظام یا الٰہی و الہامی ہو گا یا انسان ساختہ۔ اگر یہ انسان ساختہ ہے تو اس میں یقینا بہت ساری کمیاں اور کوتاہیاں ہوں گی لیکن اگر الہامی یا من جانب اللہ ہو تو وہ یقینا جامع اور کمیوں سے پاک ہو گا۔ انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ قوموں نے انبیائے الٰہی کی تعلیمات کے سائے میں ترقی کی منازل طے کی ہیں کیونکہ یہ انسان ساختہ نہیں تھے بلکہ من جانب اللہ تھے۔ قرآن کی بہت سی آیات نے انبیاء کرام علیھم السلام جیسے حضرت سلیمان، حضرت موسی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات کے ضمن میں انسانوں کو متنبہ کیا ہے کہ سعادت حقیقی صرف اللہ اور اس کی رسول ﷺ کی اطاعت سے حاصل ہو سکتی ہے پس مسعود و کامران وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کے بتائے ہوئے طریقے کو اپنایا اور ناکام و نامراد وہ کافرین اور مشرکین ہیں جنہوں نے ان تعلیمات سے روگردانی کرتے ہوئے گمراہی اور ضلالت کا انتخاب کیا اور اپنی عاقبت خراب کر بیٹھے، قرآن نے اللہ و رسول کی اطاعت کرنے کی صورت میں مومنین کی سعادت و ترقی کی ضمانت بھی دی ہے۔ (وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ)[15] اور دوسری آیت میں یوں ارشاد ہے کہ:(وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ) -[16]

علم و ثقافت

ثقافت سے مراد ہے ایسے آداب و رسوم اور عقائد و اعتقادات کا مجموعہ جس سے کسی معاشرے کے خدوخال واضح ہوں اور وہ کسی دوسرے معاشرے سے الگ اور ممتاز ہوں۔ پس معیاری ثقافت کسی بھی معاشرے کی ترقی اور کمال میں اساسی و بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے جو چیز انسانی زندگی کو حیوانی زندگی سے جدا کرتی ہے، وہ ثقافت یا نظریہ ہے کیونکہ ان چیزوں اور قابلیتوں کے ذریعے انسان کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پیشرفت اور ترقی

حاصل ہوتی ہے اور جو معاشرے اس ثقافت سے خالی ہوں وہاں، انحطاط اور پستی بسیرا کرتے ہیں۔ قرآن ایسے معاشرے کے بارے یوں فرماتا ہے:

(لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ) [17] یہ اعلیٰ ثقافتوں ہی کی مرہون منت ہیں جس نے جاہل عرب معاشرے میں ایسے ایسے نامور اور قد آور شخصیات کو پروان چڑھایا کہ اس کی مثال پھر کبھی تاریخ پیش کرنے سے قاصر رہی۔ اس لیے اسلام اپنے ماننے والوں کو نئے علوم و فنون حاصل کرنے پر ابھارتا ہے اور انہیں غیر اسلامی ثقافتوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیتا ہے.

یکجہتی

افراد معاشرہ کے درمیان یکجہتی، اتفاق و اتحاد، معاشرے کی ترقی کا سبب جبکہ آپس میں اختلاف، معاشرے کے زوال کا سبب بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمات دینی میں یکجہتی کو معاشرے کی عزت و سربلندی اور ایک دوسرے کے ساتھ نزاع اور اختلاف کو ذلت و رسوائی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:(وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ)[18]

اسلام رنگ و نسل، قوم و ملک اور حسب و نسب کی بناوٹی اور خود ساختہ وحدت کو نہیں مانتا بلکہ ان وحدتوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ اس کی جگہ حقیقی وحدت جس کی بنیاد اللہ پر ایمان، عمل صالح اور تقوی پر ہو اس کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ صرف اسی کو وحدت کا معیار اور اللہ کے نزدیک ہونے کا طریقہ بتاتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: (يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ) [19]

ذات باری تعالی کی ذات و صفات پر ایمان کے بعد سب سے اہم اللہ کی عطا نعمت وحدت ہے جس کی دلیل درج ذیل آیت ہے:(وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا) [20]

معاشرے میں اتفاق واتحاد کی راہ میں ایک بنیادی رخنہ اعتقادی،سیاسی اور اجتماعی مسائل میں باہم اختلافی نظریات ہیں جنکی وجہ سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور لوگوں کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ساتھ صحف سماوی بھیجی تاکہ امت کو صراط مستقیم پر گامزن کر سکے اور انہیں اس اختلاف اور اس کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکت اور ابدی نقصان سے نجات دے سکیں:

(وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ) [21]

عدل ومساوات

کسی بھی معاشرے کی ترقی میں عدل کا قیام اور ظلم وجبر واستبداد کی بیخ کنی کا نہایت اہم کردار ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام اپنے ماننے والوں سے تقاضا کرتا ہے زندگی کے تمام شعبوں میں چاہے وہ انفرادی ہو یا گھریلو واجتماعی زندگی، ہر پہلو میں عدل کے قیام کی کوشش کرے اور ظلم وزیادتی سے نہ صرف خود بچے بلکہ اپنے ماتحتوں کو بھی اس سے باز رکھے۔ اس لیے دین کسی بھی قسم کے ظلم، وخیانت اور ایذاءرسانی کو پسند نہیں کرتا اور دین کا واضح اعلان ہے کہ:

(إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ) [22]

اور جس معاشرے یا خاندان میں عدل ومساوات کا نفاذ ہو گا وہ معاشرہ اسلامی اور انسانی اقدار کا عملی نمونہ ہو گا ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا۔

قوانین کی پاسداری

اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ وہی معاشرے ترقی کی راہوں کو طے کر سکتے ہیں جو قوانین کی پاسداری کرنا جانتے ہوں۔ کیونکہ یہ مسلم امر ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں کوئی ملک یا علاقہ ایسا نہیں جہاں کچھ قوانین نہ بنے ہوں۔ کوئی بھی انسان چاہے مومن ہو یا کافر، مسلم ہو یا دہریہ،

گورا ہو یا کالا قانون کی اس کو ضرورت ہے اور کوئی بھی شخص قانون سے مستثنی یا ماورا نہیں ہو سکتا۔ پس خلاصہ یہ کہ ترقی کے لیے قانون کی ضرورت ہے اور اللہ تعالی نے اپنے انبیاء کے زریعے ایسے قوانین بھیجے جس کی پاسداری کرتے ہوئے انسان فوز و فلاح کی راہیں طے کرتے ہوئے ترقی کی منزلوں تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں انسان کے بنائے ہوئے قوانین کتنے ہی جدید کیوں نہ ہوں قوانین الٰہی جیسے نہیں ہو سکتے، کیونکہ اس کا علم، اس کا تجربہ، اس کا فہم بہت ہی محدود ہے اور وہ ہر چیز کو اسی محدود زاویے سے ہی دیکھتا اور پرکھتا ہے۔ لہذا اس کا بنایا ہوا قانون بھی ناقص اور محدود ہے. اسلام نہ صرف قانوں کی حرمت کو محفوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے. بلکہ تمام مسلمانوں کو قانوں کی نظر سے برابر سمجھتا ہے اور قانون توڑنے والوں کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے کہ:(تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ)[23]

مضبوط قیادت

اس میں شک نہیں کہ کسی بھی معاشرے کی ترقی اور خوشحالی کے لیے ایک اچھے قانون یا نظام کا وجود کافی نہیں بلکہ لوگوں کی قیادت کے لیے ایک مضبوط قائد کا وجود بھی انتہائی ضروری ہے جو کسی بھی صورت حال (چاہے خوشحالی ہو قحط سالی، بحران ہو یا نعمتوں کی فراوانی) میں معاشرتی افرادی قوت کی سرپرستی کرے۔ ارشاد ربانی ہے: (اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ)[24] خدا کے بعد مومنین کی سرپرستی رسول خدا ﷺ اور ان کے بعد اوصیاء اور ائمہ اور زمانہ غیبت میں علماء صالح کے ذمہ ہے: (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ)[25] پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت ابوذ غفاری سے فرمایا بیشک دنیا میں حقیقی رھبر وراہنما متقی اور پرھیز گار لوگ ہیں، معاشرے میں وحدت کی برقراری، عدالت کا اجرا علم و ثقافت کا فروغ یہ تمام چیزیں صالح رہبر کے بغیر ممکن نہیں ہیں۔

استقلال اور صبر

انسان جس طرح اپنی انفرادی زندگی میں شکست کا سامنا کرتا ہے اسی طرح اپنی اجتماعی زندگی میں بھی شکست و ریخت کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایسے میں صبر، استقلال اور ہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ارشاد رب العالمین ہے:

(وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ) [26] باعمل اور صالح معاشرے کے افراد کی اللہ پاک خود فرشتوں کے ذریعے مدد کرتا ہے(بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ) [27]

انسانوں کے درمیان محبت

اللہ تعالی نے انسان کی فطرت اور سرشت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ کمال سے محبت کرے۔ اور یہ بھی انسان کا فطری جذبہ ہے کہ وہ اپنے اوپر احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ تیسری طرف چونکہ ہر انسان رب العالمین کی تخلیق ہے لہذا اس کی تخلیق سے محبت ہونی چاہیے۔ ان تین وجوہات کی بنا پر ایک الہی و اسلامی معاشرے میں ہر طرف محبت کی فراوانی ہونی چاہیے اور نفرت وہ بھی انسانوں سے کہیں بھی اس کا وجود نہ ہو تو وہ کمال کا معاشرہ ہو گا۔ اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:(وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ) [28]

امر بالمعروف و نهی عن المنکر

فلاحی اور رو بہ کمال معاشرے کی ایک شرط یہ ہے کہ اچھائی خود بھی انجام دے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے۔ برائی سے خود بھی اجتناب کیجیے اور دوسروں کو بھی اس سے باز رکھیے۔ اسی لیے قرآن کہتا ہے:(كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) [29] اگر آج مسلمان اسلام کے بتائے ہوئے ان اصولوں کی پابندی کریں اور ان کو اپنے معاشروں میں نافذ کرے تو یقینی طور پر اسلامی معاشرے ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

نتائج بحث:

مغربی اہل قلم اور دانشوروں نے اپنی نگارشات اور شاعری کے ذریعہ انسانی معاشرہ کے اخلاقی اور اجتماعی نظاموں کے خلاف ایک بغاوت برپا کر دی۔ کیونکہ ان مفاہیم نے تمام لوگوں کی محدود عقلی تقاضے پر لذت پرستی کی اعلانیہ دعوت دے کر اعلیٰ اقدار حیات کی نہ صرف دھجیاں اڑائیں، بلکہ نقد لذت اور ظاہر و محسوس مادی نفع کے سوا ہر چیز کی نہ صرف تحقیر کی بلکہ ہر ان سب اعلی اقدار و مفاہیم کا انکار بھی کیا ۔ جس میں انسانی اقدار اور تہذیب کو بالکل دیوار سے لگا یا دیا گیا اسی وجہ سے آج انسانیت کو اس کی بہت بھاری قیمت چکانی پڑ رہی ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو خلق کرنے کے ساتھ ہدایت کا بھی انتظام کیا اور انسانیت کی ہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے، ان کے ساتھ کتب اور صحیفے بھیجے اور اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر دین کو مکمل کیا اور رہتی دنیا تک کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کے لئے کتاب اللہ پر عمل کرنے کو شرط قرار دیا لہذا انسانی معاشرے کی تباہی کے اسباب اور گزشتہ اقوام کی تباہی کے علل واسباب کو قرآن نے قصص کی صورت میں بیان کیا اور انسانی معاشرے کی ترقی کے لئے مستحکم قوانین بیان کئے لہذا اگر مسلم معاشرے سابقہ اقوام کی طرز زندگی کی پیروی کریں تو سابقہ اقوام کی طرح ذلت وخواری اور نابودی ان کا مقدر بنے گی لیکن اگر الہی قوانین کا اتباع کریں گے تو نہ صرف اس دنیا میں بلکہ بروز آخرت بھی سرخرو اور کامیاب قرار پائیں گے۔

حوالہ جات

---

[1] سورۃ ال عمران:۳/۱۱۰

[2] سورۃ المائدہ::۵/۲

[3] منصوری، خلیل رضا، دراسۃ موضوعیۃ حول نظریۃ العرف ودورھافی عملیۃ الاستنباط، ص:۵۱

[4] غلام علی خوش رو، فارابی وابن خلدون، انصاریان، قم، ایران، ۲۰۰۴، ص:۱۳۴

[5] ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، دار الکتب، قاہرہ، ۱۳۳۲ھ، ص:۶۹

[6] سورۃ الاعراف:۷/۶۴

[7] سورۃ ابراہیم:۱۴/۹

[8] سورۃ العنکبوت:۲۹/۳۹،۴۰

9 سورۃ غافر:۴۰/21

10 مرتضی مطہری، انسان کامل، (اردو ترجمہ) تعلیمات اسلامی، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۳، ص:۷۵

11 ـالبزار، أبو بكر أحمد بن عمرو، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، الطبعة: الأولى، (بدأت 1988م، وانتهت 2009م)، ج15، ص364

12 سورۃ الفتح:۴۸/۲۳

13 سورۃ الجمعۃ:۶۲/۲

14 امام بخاری، صحیح بخاری، دارالفکر، بیروت، باب البیوع، رقم الحدیث:۲۶۱

15 سورۃ النحل:۱۶/۱۱۲

16 سورۃ الاعراف:۷/۹۷

17 سورۃ الاعراف:۷/۱۷۹

18 الانفال،8/46

19 سورۃ الحجرات:۴۹/۱۳

20 سورۃ ال عمران:۳/۱۰۲

21 سورۃ النحل:۱۶/۶۴

22 سورۃ النساء:۴/۵۸

23 سورۃ النساء:۴/۱۳

24 سورۃ البقرۃ:۲/۲۵۷

25 سورۃ المائدۃ:۵/ ۵۷

26 سورۃ الحجرات:۴۹/۵

27 سورۃ ال عمران:۳/ ۱۲۵

28 سورۃ الانفال:۸/۶۳

29 سورۃ ال عمران:۳/ ۱۱۰